مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ ۲۹/۴۸

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھی ہیں
صحابہ کرام، کافروں کے مقابلے پر سخت اور آپس میں رحیم و کریم ہیں

شانِ صحابہ کرام رضہ

قرآن کریم کے آئینے میں

تحریر کردہ ۵ نومبر ۱۹۷۹ء

ادارہ بلاغ القرآن ۱۰-اے-۲۱ سمن آباد لاہور

کمپیوٹر کمپوزنگ
محمد اصغر بلتستانی

الحمد کمپیوٹر سنٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شان صحابہ رسولؐ

قرآن کریم نے محمد رسول اللہ کے تمام صحابہ کو ان کی زندگی میں جنّت کی بشارت دیدی تھی

○ روزنامہ نوائے وقت ' بچوں کے لئے پھول اور کلیاں کے ہفتہ وار فیچر میں محترمہ زبیدہ اسماعیل ایم۔ اے صاحبہ کا ایک مقالہ شائع ہوا ہے بعنوان "نبی کریمؐ کے وہ دس صحابی جنہیں ان کی زندگی میں جنّت کی بشارت دیدی گئی"

○ ہماری واجب الاحترام بہن نے اپنے گرانقدر مقالہ میں ان دس صحابہ رسولؐ کے اسمائے گرامی اور مختصر حالات زندگی پیش کئے ہیں ' جن کے لئے کتب روایات میں عشرہ مبشرہ کی **اصطلاح** مستعمل ہے یعنی بشارت دیئے گئے دس صحابہ رسولؐ ان پاکیزہ ہستیوں کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ ابوبکر صدیق خلیفہ اولؓ
۲۔ عمر بن خطاب خلیفہ دومؓ
۳۔ عثمان بن عفان خلیفہ سومؓ
۴۔ علی بن ابی طالبؓ رسولؐ کے عم زاد بھائی خلیفہ چہارمؓ
۵۔ طلحہ بن عبیداللہ عظیم تاجرؓ
۶۔ سعد بن وقاص رسولؐ کے ماموںؓ
۷۔ عبدالرحمان بن عوف عظیم تاجرؓ
۸۔ زبیر بن عوام رسولؐ کے پھوپھی زاد بھائیؓ
۹۔ ابوعبیدہ ابن الجراح عظیم سپہ سالارؓ
۱۰۔ سعید بن زید عظیم صحابیؓ

مؤدبانہ التماس:۔ ○ پہلے نمبر پر تو جماعت صحابہ میں سے صرف دس افراد کو جنّت کی بشارت کا مستحق قرار دینا قرآن کریم کی متعدد آیات مجیدہ کی رو سے غلط ہے مگر اس میں ہماری واجب الاحترام بہن کا کوئی قصور نہیں کیونکہ جو کچھ کتابوں میں پڑھا وہ نقل کر دیا۔ دوسرے نمبر پر مذکورہ مقالہ سے نبی اکرمؐ پر اقربا نوازی کا الزام آتا ہے جیسے کہ سعد بن وقاص جو نبی اکرمؐ کے ماموں تھے کے متعلق لکھا ہے کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے زبیر بن عوام جو آپؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے' کے متعلق درج ہے کہ آپؐ زرد عمامہ کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے۔ نبی اکرمؐ نے صرف آپ ہی کو ریشمی لباس پہننے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اور جب مدینہ میں مکانوں کی حد بندی کی تو آپ کے لئے بڑا ٹکڑا مقرر کیا اور کھجوروں کا ایک باغ بھی دیا۔ یہ الفاظ اقربا نوازی کے مظہر ہیں کہ :۔

○ محمد رسول اللہؐ نے پورے صحابہ سے الگ خاص رعایت کے طور پر اپنے ماموں سعد بن وقاص کو سونا پہننے کی اجازت دے رکھی تھی اور صرف آپ کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام کو ریشمی لباس زیب تن کرنے کی چھٹی تھی حالانکہ کتب روایات کے مطابق آپ کی طرف منسوب ہے اور یہی عامتہ المسلمین کا عقیدہ ہے کہ مسلمان مردوں کے لئے سونا اور ریشم پہننا حرام ہے۔ پھر یہ حرام خود نبی اکرمؐ کی اجازت کیساتھ آپ کے صرف دو رشتہ داروں کے لئے حلال کس طرح ہو گیا جبکہ آپؐ کو اپنے قریبی رشتہ داروں کو ضابطہ الٰہی سے ڈرانے کا مخصوص حکم دیا گیا:۔ وانذر عشیرتک الاقربین ○ (۲۶:۲۱۴) اور اے رسولؐ! آپ اپنے رشتہ داروں کو ہمارے ضابطہ کی مخالفت سے ڈرائیں۔

پس اس مخصوص حکم الہٰی کی موجودگی میں کیا باور کیا جا سکتا ہے کہ آپؐ نے اقربا نوازی کرتے ہوئے ماموں اور پھوپھی زاد بھائی کیلئے خاص رعایت برتتے ہوئے انہیں سونا اور فاخرانہ لباس پہننے کی اجازت دے رکھی ہو؟ اور مدینہ منورہ میں مکان بندی کرتے ہوئے اپنے رشتہ داروں کے لئے غیر رشتہ داروں کے مقابلے پر زمین کا بڑا ٹکڑا بھی متعین فرمایا ہو۔ اور سب سے الگ کھجوروں کا باغ بھی دیدیا ہو؟

محمد رسول اللہؐ کے تمام صحابی جنتی ہیں :۔ ○ ہمارے تبصرے کا عنوان ہے:۔ قرآن کریم نے "محمد رسول اللہ کے جملہ صحابہ کو ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی"۔ بالفاظ دیگر آپؐ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ آپؐ نے صرف دس صحابہ کو ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی' ازروئے قران حکیم یہ غلط ہے۔ اس مخصوص عنوان پر تو آگے چل کر اپنے مقام پر آیات قرآنیہ کے ایک عظیم ذخیرہ کے دلائل قاطعہ کے ساتھ طویل بحث کی جائے گی۔ جس سے کھل کر ثابت ہوجائے گا کہ نبی اکرمؐ چونکہ قرآن کریم کے صد فیصد تابع تھے اس لئے آپ نے کتاب لاریب کے خلاف صرف دس صحابہ کو بشارت نہیں دی تھی بلکہ سب کو دی تھی فی الحال مقالہ کے عجیب و غریب مندرجات زیر بحث ہیں۔

○ بغور ملاحظہ فرمائیں کہ طلحہ بن عبیداللہ کے مختصر حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ان کی یومیہ آمدنی ایک ہزار درہم تھی۔ اور زبیر بن عوام کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کا پورا مال تین کروڑ باون لاکھ کا تھا یہ اعداد و شمار آج سے چودہ سو سال پہلے کے ہیں جب ایک روپیہ کی اڑھائی من گندم آتی تھی۔ جو آج ساٹھ روپے من ملتی ہے۔ پس آج کے حساب سے اس وقت کی سکہ کی قیمت ایک سو پچاس گنا زیادہ بنتی ہے۔ آپ اس حساب سے طلحہ بن عبیداللہ کی یومیہ آمدنی کا اندازہ اس طرح کر سکتے ہیں۔ 1000 ضرب 150 = 150000 یعنی ایک لاکھ پچاس ہزار درہم اور زبیر بن عوام کا پورا مال تین کروڑ باون لاکھ کو 150 سے ضرب دیجئے۔ یعنی 35200000 ضرب 150 = 5280000000 یعنی پانچ ارب اٹھائیس کروڑ درہم۔ یہ ہیں ہمارے تاریخی حقائق۔

علیؓ کی جائداد :۔ ○ اسی ضمن میں علیؓ کی جائداد بھی ملاحظہ فرمائیں جو آپ نے بوقت وفات پیچھے چھوڑی تھی۔ پچھلے سال کا واقعہ ہے کہ محترم محمد اسمٰعیل صاحب آزاد آؤٹلٹ بلائنڈ سینٹر کراچی والوں کا ایک پمفلٹ نگاہ سے گذرا۔ اس میں آپ نے لکھا ہے کہ علی ابن ابی طالبؓ نے وفات کے وقت تین کروڑ روپے کی جائداد چھوڑی تھی۔ محترم ازاد صاحب بلاغ القرآن کے قاری ہیں' ان سے رابطہ قائم کر کے مودبانہ التماس کی گئی ہے کہ محترم! کیا آپ مستند کتابوں کے حوالہ جات سے محترم علیؓ کی پونے تین کروڑ روپے کی جائداد ثابت کر سکتے ہیں' اس پر آپ نے جواباً جو چٹھی تحریر فرمائی وہ نقل مطابق اصل حاضر خدمت ہے۔

○ محترمی محمد علی صاحب ایڈیٹر بلاغ القرآن السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ خیرو عافیت' امید کہ آپ سب احباب مع الخیر ہوں گے۔

○ ا۔ سیدنا علیؓ نے اس باب میں حلال طریقے سے وسعت حاصل کی' اپنی وفات کے وقت چار بیویاں اور انیس کنیزیں (ام ولد) چھوڑ گئے۔ اور بہت سے خادم اور غلام اس کے علاوہ تھے۔ آپؓ وفات کے وقت چودہ بیٹے بیٹیاں چھوڑ گئے جن کے لئے اتنی جائداد اور باغات چھوڑے کہ یہ لوگ اپنی قوم کے اغنیاء میں ہوگئے۔ یہ وہ امر ہے جس کے

انکار پر وہ شخص قادر نہیں جسے تاریخ کا کچھ بھی علم ہے۔ منجملہ ان کی اس جائداد کے جسے انہوں نے وقف کیا تھا (وقف علی الاولاد) ایک جائداد ایسی بھی تھی جس کی آمدنی ایک ہزار وسق کھجور تھی' وسق ساٹھ صاع اور صاع تقریباً" ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے (یہ پانچ ہزار دو سو پچاس من کھجوریں بنتی ہیں۔ ناقل) اس زمین کی زراعت اس کے علاوہ تھی۔ (بحوالہ الملل ولنحل)۔

○۲۔ بخاری شریف نے ایک طویل روایت میں اموال بنو نضیر کا تذکرہ کیا ہے۔ سیدنا علیؓ اور سیدنا عباسؓ اس کے متولی بنائے گئے تھے۔ اسی روایت کے اخیر میں سیدنا عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ فکانت ھذہ الصدقتہ بید علیؓ منعھا علی عباسا" فغلبہ علیھا ثم کان بید حسن بن علیؓ ۔ ثم بید حسین بن علیؓ ثم بید علی بن حسینؓ و حسن ابن حسن کلاھما ...... صحیح بخاری کتاب المغازی روایت نمبر ۱۲۰۶۔

○ ۳۔ ق ال الامام احمد۔ حدثنا حجاج ثنا شریک عن عاصم عن کویب عن محمد بن کعب الق لی ان علیا قال رئیتنی مع رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وانی صلی اللہ الحجر علی بطنی من الجوع وان صدقتی الیوم لتبلغ اربعین الفا وراوہ عن اسود عن شریک بہ وقال ان صدقتنی لتبلغ اربعین الفـ○۔ بحوالہ البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۲۳ (یعنی محمد بن کعب القرظی روایت کرتے ہیں کہ علیؓ نے فرمایا بیشک تو نے مجھے دیکھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھوک کے مارے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا ۔ مگر بلاشبہ آج میری زکوۃ چالیس ہزار دینار تک پہنچ گئی ۔ ناقل)

○ ۴۔ مذکورہ بالا کتب موجود تھیں ان سے حوالے نقل ہوئے مندرجہ ذیل حوالہ جات بشرط فراہمی کتب آئندہ پیش خدمت کروں گا۔ سنن بیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۴ کتاب الخراج یحیی بن آدم صفحہ ۷۸ ۔ ۸۳۔ فتوح البلدان صفحہ ۲۰ مسند امام احمد)

دینار سونے کا سکہ تھا۔ چالیس ہزار دینار' جن اموال کا ۱/۴۰ ہو ان اموال کی گنتی دراہم یا چاندی کے سکوں میں پونے تین کروڑ تک جا پہنچتی ہے ۔ فقط محمد اسمٰعیل آزاد کراچی۔

رجوع الی المطلب:۔ صحابہ رسولؐ سب کے سب اللہ کے پاکیزہ اور فرمانبردار بندے تھے۔ وہ یقیناً" دنیا میں بھی کامیاب تھے اور آخرت کی سرفرازی بھی ان کا حصہ ہے۔

مختصر تبصرہ:۔ یہاں تک تو قارین کرام کو نام نہاد اسلامی تاریخ کے اس حصے کی سیر کرائی گئی ہے جس میں بعض صحابہ کرام کو غرق ہوس زر دکھایا گیا ہے' حالانکہ یہی تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ صحابہ ہی میں ایسے افراد بھی موجود تھے جن کی مالی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی' حالانکہ قرآن شاہد ہے کہ نبی اکرمؐ کی مدنی زندگی کا آغاز ہی صحابہ رسولؐ کے بے مثال ایثار باہمی سے ہوا تھا جیسے کہ سورۃ حشر میں انصار مدینہ کے متعلق ارشاد ہوا ہے:۔

○ ○ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ ولا يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ

فِی صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ ط ۵۹/۹
○ ○ اور وہ لوگ (یعنی مہاجرین سے قبل) جو (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینہ منورہ) میں رہتے تھے۔ اور وہ مومن تھے وہ اس سے محبت کرتے تھے جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتا ہے اور اپنے ذہنوں میں اس کی حاجت نہیں پاتے جو مال ان کو دیا گیا ہے وہ اپنے آپ پر (اپنی طرف آنے والے مہاجروں) کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود ان کے ہاں تنگی ہی کیوں نہ ہو۔

رسول مقبول کی صحبت مبارکہ کا اثر:۔ ○ نبی اکرم رحمۃ للعالمین و خاتم النبیین کی ذات اقدس کا اسوۂ مبارکہ ہی یہ ہے کہ آپ نے اپنی جاں نثار بیوی خدیجۃ الکبریٰ کا لاکھوں کا مال بھی غربا میں تقسیم کر دیا اور جب مدینہ میں اولین قرآنی ریاست کے صدر و سربراہ ہوئے تو اپنے لئے نہ کوئی محل بنایا نہ کوٹھی۔ نہ زرق برق لباس پہنا۔ اور نہ اپنی خوراک ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوراک سے متمیز فرمائی۔ بلکہ اپنے آپ کو ہر لحاظ سے عوامی سطح پر رکھا۔ غربا کی وقتی حاجتوں کا پورا کرنا اور پھر انہیں قدموں پر کھڑا کرنا' نبی اکرمؐ کا دائمی شعار تھا۔ آپ ہی کی صحبت مبارکہ کا اثر تھا کہ اسی متوازن نظام ربوبیت کے قیام کیلئے جس میں امیر و غریب اور اعلیٰ و ادنیٰ کا فرق ختم ہو جائے نبی اکرمؐ کے کئی صحابہؓ نے نبی اکرمؐ کا ادنیٰ اشارہ پایا۔ تو ہجرت کر کے بھرے گھروں اور چلتے کاروبار سے الگ ہوگئے۔ اور آپؐ کے مذکورہ اسوۂ مبارکہ ہی کا اثر تھا کہ انصار مدینہ نے مہاجرین مکہ کیلئے نہ صرف یہ کہ اپنی آنکھیں فرش راہ کر دیں بلکہ اپنے جملہ اموال و املاک کے دروازے کھولدیئے۔

○ مذکورہ بالا بیان میں سورۂ حشر کی مذکورہ بالا آیت مجیدہ ۵۹/۹ کے یہ الفاظ بطور شاہد عادل موجود ہیں:۔ وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ ط تو ایسے ملکوتی صفات پاکیزہ افراد کو مال و زر کے بحر ناپیدا کنار میں غرق بتانے والی نام نہاد تاریخ اسلام کیا مسلمانوں کے خلاف ایک خطرناک سازش نہیں؟ کہ نبی اکرمؐ کا متوازن ربوبیت عامہ کا اسوۂ مبارکہ آگے نہ چل سکے اور رحمۃ للعالمین کے نام لیوا بھی ربوبیت عامہ کے قرآنی اور رسولی نظریہ سے بے بہرہ ہوکر ہوس زر کی اسی رو میں بہ جائیں جس میں باقی دنیا بھی چلی جا رہی ہے۔ سابقہ صفحات میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ علی ابن ابی طالب پروردہ گود رسول کے متعلق بتایا گیا ہے کہ جب آپ نے وفات پائی تو آپ نے باغات مکانات اور زرعی زمینوں کے علاوہ پونے تین کروڑ روپیہ نقد بھی چھوڑا' جس کی زکوٰۃ سولہ ہزار دینار تھی۔ معترض اعتراض کرسکتا ہے کہ علیؓ کے پاس اتنی دولت آ کہاں سے گئی؟ ہماری نام نہاد تاریخ اسلام اس کا یہ جواب ابھار کر سامنے لاتی ہے کہ جب آپ نے دنیا کو چھوڑا' اس وقت آپ خلفاء راشدینؓ کے چوتھے خلیفہ یعنی صدر و سربراہ مملکت تھے۔ یہ بے پناہ دولت آپ نے معاذ اللہ معاذ اللہ خزانہ مملکت ہی سے حاصل کی ہوگی۔ اور کہاں سے آئی ہوگی؟ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ایسی نام نہاد اسلامی تاریخ سے جو صحابہ رسول کے ذمہ درجنوں لونڈیاں اور بے پناہ دولت کا الزام لگاتی ہے اور دور صحابہ ہی میں ربوبیت کے ضمن میں زمین و آسمان کا فرق بتاتی ہے۔

رجوع الی المطلب:۔ ○ ہمارے مقالہ زیر قلم کا عنوان نوائے وقت کے اس مضمون پر تبصرہ ہے جس میں ہماری پاکیزہ بہنی مس زبیدہ اسماعیل ایم اے نے اسلامی تاریخ کا ایک گوشہ بیان کیا ہے۔ جسے روایات کے ذریعہ نبی اکرمؐ کے

ذمہ لگایا جاچکا ہے کہ آپ نے کثیر جماعت صحابہؓ میں سے صرف دس افراد کو ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ برادران عزیز! چونکہ تاریخ و روایات کی یہ خبر قرآن کریم کی متعدد آیات مجیدہ کے خلاف ہے' اس لئے محل نظر ہے۔ باری تعالیٰ نے ذیل کی ایک ہی آیت مجیدہ ۹/۱۰۰ میں جملہ صحابہؓ رسول کو ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دیدی تھی خواہ وہ مہاجر تھے یا انصار سابق تھے یا لاحق۔

○ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ ۹/۱۰۰ اور (صحابہ رسول میں سے) وہ خوش بخت افراد جنہوں نے ہجرت کرنے اور مہاجروں کی امداد کرنے میں سبقت اور اولیت اختیار کی اور وہ بھی جنہوں نے ان سبقت و اولیت اختیار کرنے والوں کی حسن کارانہ پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہوگیا اور وہ سب اللہ پر راضی ہوگئے اور ان سب کے سب صحابہ کو اللہ نے ایسے (سدا بہار) باغات کا وعدہ دے دیا ہے۔ جن کی سطح پر نہریں بہتی ہیں (یعنی جو کبھی خشک ہونے والے نہیں) وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں (دنیا کی زندگی میں جنت کی بشارت پالینا) یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

صحابہؓ رسولؐ کی قرآنی اقسام:۔ ○ آیت بالا ۹/۱۰۰ میں سب سے پہلے صحابہ رسول کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے **مہاجرین و انصار**۔ مہاجرین وہ پاکیزہ لوگ ہیں جو نبی اکرم کے حکم پر بھرے گھر اور چلتے کاروبار چھوڑ چھاڑ ہجرت کرکے مدینہ منورہ آگئے اور انصار وہ صحابی رسول ہیں' جنہوں نے ان کی راہ میں آنکھیں بچھائیں اور ہر طرح ان کی وقتی اور دائمی مدد کرکے انہیں قدموں پر کھڑا کیا۔ اس سے آگے ان دو اقسام کو السابقون الاولون اور ان کے متبعین کی دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی وہ خوش بخت افراد جو ہجرت اعلیٰ کے بعد السابقون الاولون مہاجرین کی پیروی کرتے ہوئے وقتاً فوقتاً" مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچتے رہے اور مدنی انصار ان کی مدد کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں قسموں پر راضی ہوگیا۔ اور وہ دونوں قسم کے مہاجرین و انصار اللہ پر راضی ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سابقین و متبعین کیلئے اپنی رضا مندی اور ان کی زندگی ہی میں جنت کی خوشخبری میں کوئی فرق روا نہیں رکھا اور ایسا ہو کیوں نہ جب کہ جذبہ خدمت اسلام سب کے اذہان میں یکساں موجزن تھا صرف حالات کے تقاضوں کے مطابق بعض مکی صحابہؓ رسولؐ ہجرت اولیٰ میں شریک نہ ہوسکے۔ انہوں نے بھی السابقون الاولون ہی کی طرح بھرے گھر اور چلتے کاروبار چھوڑ کر' ہجرت فرمائی تھی اور اپنی زندگی ہی میں رضی اللہ عنہم کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا اور عطاء جنت کے مخصوص انعام کے ساتھ نوازے گئے۔

○ جملہ صحابہؓ کرام کو خلاق عالم کی طرف سے ایک سرٹیفکیٹ تو رضی اللہ عنہم کا عطا ہوا کہ اللہ ان پر راضی ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کا سازو سامان حتیٰ کہ زن و فرزند تک سے بے نیاز ہوکر ہجرت فرمائی اور دوسرا سرٹیفکیٹ انہیں عطا ہوا ورضوعنہ کا کہ وہ بھی اللہ پر راضی ہو چکے تھے یہ وہ عظیم ربانی سند ہے جس نے ہر قسم کے شکوک و شبہات کا کلیتہ خاتمہ کر دیا ہے کہ نہ مہاجرین مکہ کی ہجرت کسی دنیوی لالچ کیلئے تھی اور نہ انصار مدینہ کی بے مثال قربانی کسی دنیوی حرص و طمع کے ماتحت تھی۔ مکی مہاجرین اور مدنی انصار دونوں قسم کے صحابہؓ رسول نے اللہ تعالیٰ

کے قانون ربوبیت عامہ کے نفاذ و قیام کیلئے بخوشی خاطر عدیم المثال قربانیاں پیش فرمائیں۔

ورضوا عنہ کے الفاظ میں صحابہ رسول کی دوسری رضا اور خوشی کی خبر دیگئی ہے۔ ایک تو یہ تصدیق ہے کہ انہوں نے برضاء قلب ہجرت و نصرت کی تھی اور دوسری یہ کہ جب زندگی ہی میں رضاء الٰہی اور اخروی جنت کی خوشخبری مل گئی تو وہ اپنے منعم حقیقی پر اور زیادہ راضی ہوگئے۔

سورۂ انفال کی عظیم سند:۔ ○ آیت بالا ۹/۱۰۰ میں مہاجرین و انصار کی دونوں قسمیں السابقون الاولون اور ان کے متبعین کیلئے ربانی سند اور الٰہی سرٹیفکیٹ دیا گیا ہے۔ اسی کی تصدیق سورۂ انفال کے الفاظ ذیل میں موجود ہے:۔

○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۷۴-۷۵/۸ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں ہجرت اور جہاد کیا اور وہ لوگ بھی جنہوں نے (مہاجرین مکہ) کو (مدینہ منورہ) میں ٹھکانا دیا اور ان کی مدد کی وہ سب کے سب حقے سچے مومن ہیں۔ یعنی ان کے اعمال خالصاً" رضاء الٰہی کے مطابق تھے۔ ان میں نہ کوئی دنیوی لالچ تھا نہ حرص نہ طمع) انہیں (الٰہی فیصلے کے مطابق) ہر قسم کے خطرات سے بچاؤ کی ضمانت ہے اور ان کے لئے رزق کریم (یعنی عزت کی روٹی) ہے (انہیں ضرور ضرور ربوبیت عامہ کی اساس پر قائم ہونیوالی آزاد قرآنی حکومت عطا کی جائے گی جس میں سب کو باعزت روٹی ملے گی) اور وہ لوگ جو بعد میں ایمان لائے' ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر دشمنوں کے خلاف جہاد کیا وہ بھی تمہیں میں سے ہیں۔ (یعنی ان سب پر بھی اللہ تعالیٰ راضی ہوچکا ہے اور وہ سب بھی اللہ پر راضی ہوچکے ہیں ۹/۱۰۰ وہ بھی سب حقے سچے مومن ہیں ان کیلئے بھی عزت کی روٹی ہے۔ یعنی وہ بھی ربوبیت عامہ کی اساس پر قائم ہونے والی قرآنی حکومت کے فیوض و برکات سے بہرہ یاب ہوں گے۔ جس میں نہ کوئی بھوکا ہوگا نہ ننگا۔ نہ بے علاج ہوگا نہ بے مکان' اور جس میں آقا و غلام اور اعلیٰ و ادنیٰ کی کوئی تمیز موجود نہیں ہوگی۔

فتح مکہ کے بعد ایمان لانیوالے:۔ ○ صحابہ رسول میں ایک جماعت وہ بھی تھی جو فتح مکہ سے قبل تک تو بدستور اسلام کی مخالفت پر تلے رہے۔ مگر وہ اس وقت ایمان لائے جب مکہ معظمہ فتح ہوگیا۔ ان کے متعلق تاریخی مواد میں مختلف قسم کی قیاس آرائیاں کی گئی ہیں۔ جن میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ لوگ جان بچانے کیلئے منافقانہ طور پر مسلمان ہوئے تھے۔ اسلام دشمنی ان کے اندر بدستور موجود تھی۔ مگر قرآن کریم کی رو سے یہ قیاس قطعاً" غلط ہے' اور یکسر بے بنیاد ہے' صرف ان کا درجہ فتح مکہ سے قبل ایمان لانے والوں کے برابر نہیں۔ جیسے کہ باری تعالیٰ نے سورہ حدید میں خود فیصلہ کر دیا ہے:۔

○ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ط اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۱۰/۵۷ (اے جماعت صحابہؓ) تم میں سے جنہوں نے فتح مکہ سے قبل اسلام کی سربلندی کیلئے مال خرچ کیا اور نظام الٰہی کے دشمنوں کیساتھ لڑائی کی وہ درجوں میں برابر نہیں۔ ان لوگوں کے درجے ان لوگوں سے بلند ہیں۔ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام کی سربلندی کیلئے مال خرچ کیا اور نظام الٰہی کے

دشمنوں کیساتھ لڑائی کی (لیکن یاد رہے) کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد ایمان لانے والوں ... کی راہ میں خرچ کرنے والوں اور اسلام دشمن طاقتوں کیساتھ لڑائی کرنے والوں' سب کے ساتھ (ان کے خالص ایمان و اعمال کے) اچھے بدلے ہی کا اچھا وعدہ فرمایا ہے۔

صحابہؓ رسولؐ میں کوئی ایک بھی منافق موجود نہیں تھا:۔ ○ یہاں تک تو اس امر کی وضاحت قرآنی دلائل قاطعہ کیساتھ پیش کی گئی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے منافق نہیں تھے۔ صرف ان کے مدارج ان اصحاب رسول کے برابر نہیں جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے اور آپؐ کیساتھ مل کر دشمنوں کیساتھ جنگ بھی کی اور مال بھی دیا۔ اب تاریخی غلط فہمیوں کا قرآنی جواب عرض خدمت ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جماعت صحابہؓ میں نبی اکرمؐ کی وفات تک منافق موجود تھے۔ حتیٰ کہ آپؐ کے بعد منصب خلافت پر بھی منافقوں ہی نے قبضہ کر لیا تھا۔ العیاذ باللہ! قرآن کریم نے اس تاریخی فراڈ کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کی زندگی ہی میں خود آپؐ کے نام خصوصی حکم جاری کرکے خود آپ ہی سے منافقوں کا پوری طرح خاتمہ کرا دیا تھا۔ صحابہ رسول کی مقدس جماعت نبی اکرمؐ پاک کی زندگی ہی میں منافقوں سے پاک ہو چکی تھی۔ جیسے کہ آپؐ کے نام کے دوگانہ تکرار کے ساتھ حکم جاری کیا گیا تھا:۔

○ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۹/۷۳ + ۶۶/۹ اے نبی! کافروں اور منافقوں کیساتھ جہاد کریں اور ان پر پوری سختی کریں کیونکہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو پھر کر جانے کی بہت بری جگہ ہے۔ اس تکراری آیت مجیدہ میں دوگانہ تکرار کیساتھ خود نبی اکرمؐ کے نام خصوصی حکم جاری کیا گیا ہے کہ کافروں اور منافقوں کیساتھ جہاد کریں' اور ان پر پوری پوری سختی کریں (تاکہ آپ کی قرآنی حکومت میں ان کا نام و نشان تک مٹ جائے) اب ایک قرآنی مومن کیلئے جو نبی اکرمؐ کی شان اطاعت قرآن سے باخبر ہے۔ ہرگز اس امر کے باور کرنے کی گنجائش تک نہیں ہے کہ آپ نے اللہ کے اس تکراری حکم کی تعمیل نہ کی ہو' جس کی بدولت آپ کی وفات کے وقت نہ صرف یہ کہ منافقوں کا وجود ہی موجود ہو' بلکہ وہ جماعت صحابہؓ پر اس طرح چھائے ہوئے ہوں کہ منصب خلافت پر یکے بعد دیگرے تین افراد ۲۶ سال تک قابض رہ چکے ہوں۔ اس طرح لازم ہے کہ جو لوگ وفات رسول کے وقت منافقوں کی موجودگی تسلیم کرتے ہیں انہیں نبی اکرمؐ کی نبوت کی فکر کرنی چاہئے کیونکہ ان کے نظریہ کے مطابق آپؐ خاتمہ منافقین کے اس تکراری حکم کے منکر ثابت ہوتے ہیں جو یَاَیُّھَا النَّبِیُّ کے الفاظ میں خاصا" آپؐ کے نام جاری کیا گیا تھا۔

○ اور اس کے برعکس اگر یہ لوگ نبی اکرمؐ کو اللہ تعالیٰ کا پورا پورا فرمانبردار مانتے ہیں تو پھر لازم آتا ہے کہ بصمیم قلب تسلیم کرلیں کہ وفات رسول کے وقت کوئی ایک منافق بھی موجود نہیں تھا۔ اور نبی اکرمؐ کے بعد منصب خلافت کی خدمات بجا لانیوالے خلفاءؓ راشدین قرآنی خبر ۷۴-۷۵/۸ + ۹/۱۰۰ کے مطابق حقے سچے مومن اور اپنی زندگی ہی میں جنت کے بشارت یافتہ تھے۔

منافقوں کو پوری طرح ختم کر دینے کا قرآنی حکم:۔ ○ آیات بالا ۹/۷۳ + ۶۶/۹ کے الفاظ جاھد الکفار و المنفقین سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس طرح کافر نبی اکرمؐ سے مخفی نہیں تھے۔ اسی طرح

منافق بھی ان آیات مجیدہ کے وقت کھل کر سامنے آچکے تھے' ورنہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہی معاذ اللہ غلط ثابت ہوتا ہے کہ ان کے خاتمہ کا حکم دیا جا رہا ہے جن کا نبی اکرمؐ کو علم ہی نہیں کہ وہ کون کون ہیں لہٰذا منافق کھل کر عیاں ہو چکے تھے البتہ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۶۰-۶۱ سے ثابت ہوتا ہے کہ کچھ منافق نبی اکرمؐ کے جہاد اور سختی کی بدولت روپوش ہوگئے اور وقتاً " فوقتاً " اسلامی حکومت کے خلاف ریشہ دوانیاں کیا کرتے تھے' چنانچہ خلاق عالم کی طرف سے نبی اکرمؐ ہی کے نام ذیل کا حکم جاری کیا گیا۔ کہ ان بچے کھچے منافقوں کی تلاش کی جائے' گرفتار کیا جائے اور ان کی بوٹیاں تک اڑا دی جائیں۔

○ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا ○ مَّلْعُوْنِيْنَ ○ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا " ○ ۶۰-۶۱/۳۳ یقیناً اگر منافق باز نہ آئے جن کے اذہان میں نفاق کی بیماری ہے اور وہ لوگ بھی جو شہر میں افواہیں پھیلانے والے ہیں تو ہم آپ کو ان کے پیچھے لگاتے ہیں' پھر وہ اس (شہر مدینہ) میں آپ کے اردگرد نہیں رہ سکیں گے مگر تھوڑا عرصہ (یعنی جب تک وہ روپوش رہیں مگر) ملعون ہوکر رہیں گے (ان کے نام بستہ ب میں درج ہوں گے۔ پس حکم دیا جاتا ہے کہ ان کی تلاش کی جائے) جہاں بھی پائے جائیں گرفتار کر لئے جائیں۔ اور (حاضر عدالت کرکے) انہیں اس طرح قتل کیا جائے جو قتل کرنے کا حق ہے۔

○ قتلو اتقتیلا " کے الفاظ باب تفعیل سے آئے ہیں جس کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ ان بچے کھچے روپوش منافقوں کیلئے جو ملعون ہوچکے تھے۔ یعنی ان کے نام دس نمبریوں میں درج تھے حکم دیا گیا تھا کہ انہیں تلاش کے بعد گرفتار کیا جائے۔ اور بالاخر انہیں اس طرح قتل کیا جائے جس طرح قتل کرنے کا حق ہے۔ ان کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے۔ پس نبی اکرمؐ چونکہ صد فیصد اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور قرآن حکیم کے صد فیصد تابع تھے (۶/۵۰ + ۱۰/۱۵ + ۴۶/۹) اس لئے بصورت نصف النہار ثابت ہوچکا کہ حکم باری ۹/۷۳ + ۶۶/۹ کے مطابق خاتم النبیینؐ نے منافقوں کے خلاف جہاد بھی فرمایا تھا اور ان پر پوری پوری سختی بھی کی تھی اور اخیر پر بچے کھچے روپوش منافقوں کو حکم باری ۶۰-۶۱/۳۳ کے مطابق تلاش اور گرفتار کرکے حکم باری قتلو اتقتیلا " کے مطابق ان کے آخری فرد تک کو ختم کر دیا تھا۔

رجوع الی المطلب :۔ ○ چونکہ مقالہ زیر قلم کا عنوان یہ ہے کہ نبی اکرمؐ کے ذمہ کتب روایات کا لگایا ہوا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اپنے مقدس صحابہ کی کثیر جماعت میں سے صرف دس افراد کو جنت کی بشارت دی تھی اور یہ اس لئے صد فیصد غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف دس کو نہیں بلکہ جماعت صحابہ کے ایک ایک فرد کو ۹/۱۰۰ میں اس کی زندگی ہی میں جنت کی خوشخبری دے دی تھی خواہ وہ مہاجر تھا یا ناصر۔ اور خواہ وہ السابقون الاولون میں سے تھا یا ان کے متبعین سے سب کے سب زندگی ہی میں جنت کے بشارت یافتہ تھے سب کے سب مقدس تھے قرآن کریم ان کے ذکر فضائل سے اس لئے بھر دیا گیا ہے کہ قرآن کریم کا ہر قاری اس حقیقت کو جان لے کہ وہ مقدس جماعت اپنے اعمال کے مطابق واقعتہً اس قابل تھی کہ ان کے ایک ایک فرد کو اس کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دیدی [illegible] س

لئے کہ اللہ تعالٰی ان کی بے پناہ اور بے مثال قربانیوں کے بدولت ان پر راضی ہوگیا تھا۔ اسی جنتی جماعت کے متعلق دوبارہ تکرار کے ساتھ ارشاد ہوا ہے (سورہ انفال آیت نمبر ۶۲ + ۶۴)

اللہ تعالٰی نے محمد رسول اللہ کی مدد صحابہ ہی کے ذریعہ کی تھی:۔ ○ کفار محمد رسول اللہ کو جنگی چالوں کے ساتھ دھوکا دیتے تھے لیکن اللہ تعالٰی نے اس کے مقابلے پر نبی اکرمؐ کو بالفاظ ذیل تسلی دی:۔

○ وَاِنْ یُّرِیْدُوْٓا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ط هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ

○ ۸/۶۲ اے رسول! اگر آپ کے دشمن آپ کو دھوکا دینے کا ارادہ کرتے ہیں تو (فکر نہ کریں) آپ کے لئے اللہ کافی ہے اللہ ہی وہ عظیم الشان ذات ہے جس نے اپنی نصرت کیساتھ یعنی مومنوں کی عظیم جماعت کے ساتھ آپ کی مدد فرمائی ہے۔ اسی چیز کی تکراری خبر آگے ۸/۶۴ میں بھی دے دی گئی ہے:۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۸/۶۴ آپ کے لئے دشمنوں کے مقابلے پر اللہ اور مومن کافی ہیں جنہوں نے آپ کی اتباع کی (جن کیساتھ اللہ نے آپ کی مدد فرمائی ہے ۸/۶۲) ان آیات کریمات میں نبی اکرمؐ کی کامیابی کا سہرا صحابہؓ کی مقدس جماعت کے سرباندھ دیا ہے اور اپنی نصرت کی محسوس شکل صحابہؓ کرام کی بے مثال مخلصانہ مدد بتائی گئی ہے۔ ان آیتوں میں بتکرار کہا گیا ہے کہ صحابہ کی مقدس جماعت' جسے ۷۴-۸/۷۵ میں هم المومنون حقا کے الفاظ میں حقے سچے مومن کہا گیا ہے اللہ کی مدد و نصرت کی شکل محسوس وہ تھے۔ اللہ تعالٰی نے اپنے آخری نبی محمد عربی سلام علیہ کی مدد صحابہؓ کی جاں نثار جماعت کے ذریعہ فرمائی تھی' جو دشمن کے مقابلہ پر سیسہ پلائی دیوار بن جاتے تھے۔

سیسہ پلائی دیوار:۔ ○ سورہ صف میں ارشاد ہوا ہے:۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○ ۶۱/۴۔ بیشک اللہ تعالٰی ان لوگوں کیساتھ محبت کرتا ہے (ان پر راضی ہوتا ہے) جو اس کی راہ میں اس طرح صفیں باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔ اس محبت الٰہی' یعنی اس کی رضا مندی کی خبر پیچھے ۹/۱۰۰ کے حوالہ سے گزر چکی ہے' جو یہ ہے:۔

○ والسبقون الاولون من المهجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه ۹/۱۰۰ اور صحابہؓ رسول میں پہلے وہ جنہوں نے ہجرت کرنے میں اور مہاجروں کی مدد کرنے میں سبقت اور اولیت اختیار کی اور وہ بھی جنہوں نے ان کی حسن کارانہ پیروی کی' اللہ ان سب پر راضی ہوگیا۔ اور وہ سب کے سب اللہ پر راضی ہوگئے۔ یہی لوگ اللہ کے محب بھی تھے اور محبوب بھی جو ۶۲ + ۸/۶۴ کے مطابق اللہ تعالٰی کی نصرت کی شکل محسوس کی صورت میں نبی اکرمؐ کیلئے کافی تھے اور ۶۱/۴ کے مطابق نبی اکرمؐ کے ساتھ مل کر اللہ کی راہ میں سیسہ پلائی دیوار کی طرح جنگ کرتے تھے۔

صحابہؓ رسول کیساتھ وعدۂ خلافت:۔ ○ سورۂ نور میں صحابہ رسول کو مخاطب کرکے ان کیساتھ عطاء خلافت ارضی کا وعدہ کیا گیا ہے:۔

○ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا

استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ط ومن کفر بعد ذلک فاولئک هم الفسقون ○ ۲۴/۵۵
(واضح رہے کہ اس آیت مجیدہ کے اولین مخاطب زمانہ نزول قرآن کے مومن صحابہ رسول تھے۔ اس لئے اس کا مفہوم ہے):۔ (اے صحابہؓ رسول !) اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور اعمال صالح بجا لانیوالوں کیساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور ضرور اسی طرح زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت ارضی عطا کی تھی۔ (یعنی جس طرح داؤد و سلیمان کو عطا فرمائی تھی) اور ضرور ضرور ان کے لئے اسی دین کا تمکن عطا فرمائے گا جو اس نے ان کیلئے پسند فرمایا ہے' اور وہ ضرور ضرور ان کے خوف کو امن کیساتھ تبدیل کردے گا۔ وہ میری ہی فرمانبرداری کریں گے اور میرے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہیں کریں گے اور عطاء خلافت ارضی یعنی (متوازن نظام ربوبیت کے قیام) کے بعد جو لوگ اس نعمت کا کفر کریں گے۔ پس وہی تو اللہ کی حدیں توڑنے والے ہوں گے۔

○ اس آیت مجیدہ میں لیستخلفن لیمکنن اور لیبدلن کے تینوں افعال مضارع پر لام تاکید بھی داخل ہوا ہے اور نون مشددہ بھی آیا ہے۔ جو عربی قواعد کے مطابق تاکید در تاکید اور تاکید مزید کیلئے آتا اور مفہوم یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ کام ہوکر رہے گا۔ پس ان تاکیدی افعال کا ان کے نزول کے وقت صرف یہ مفہوم تھا کہ صحابہ رسول میں سے جن افراد کے ساتھ مذکورہ وعدہ کیا گیا ہے۔ انہیں

۱۔ ضرور ضرور خلافت ارضی عطا ہوکر رہے گی (لیستخلفنهم)

۲۔ ان کے عہد خلافت میں ضرور اللہ تعالیٰ اپنا پسندیدہ دین قائم رکھیگا۔ (ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم)

۳۔ اور ضرور ضرور ان کا خوف اللہ تعالیٰ امن کیساتھ تبدیل کردے گا۔ (ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا)

مسئلہ خلافت کا قدیمی تنازعہ :۔ ○ اگر اس آیت مجیدہ کی مذکورہ تین شقوں پر بانداز ذیل غور کیا جائے تو۔ خلافت سے متعلقہ اہل اسلام کے دو مکاتب فکر کا قدیمی تنازعہ بآسانی ختم ہوسکتا ہے۔

○ پہلے نمبر پر لیستخلفهنم کے ربانی الفاظ سے جو لام مفتوح اور نون مشددہ کی تاکید کیساتھ نازل کئے گئے ہیں۔ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ رسول کے جن افراد کیساتھ عطاء خلافت کا وعدہ کیا گیا۔ یہ عین وعدہ ربانی کے مطابق پورا ہوا۔ کہ ایک موعود کی موت کے بعد دوسرے کو عطا ہوئی اور دوسرے کی موت کے بعد تیسرے کو تیسرے کی موت کے بعد چوتھے کو عطا ہوئی اس کے برعکس یہ عقیدہ کہ خلافت کا حق صرف خلیفہ چہارمؓ اور ان کی نسل کے گیارہ افراد کا تھا آیت بالا ۲۴/۵۵ کی شق زیر بحث نمبر۱ بھی اس نظریہ کے خلاف ہے اور باقی دونوں شقیں بھی اس کی بانداز ذیل کھلی تکذیب اور مخالفت کرتی ہیں۔

○ شق نمبر۲ کے الفاظ یہ ہیں: ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم اور ضرور ضرور اللہ تعالیٰ ان کیلئے اس دین کا تمکن بدستور قائم رکھے گا۔ جو اس نے ان کے لئے خود پسند فرمایا ہے۔ اس شق کو بھی لام تاکید اور نون مشددہ کے انتہائی تاکیدی الفاظ کیساتھ نازل کیا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد خلافت صحابہؓ میں ربوبیت

عامہ والا رب تعالیٰ کا پسندیدہ نظام ہی قائم کیا گیا تھا۔ جس کی خبر اس گئی گزری تاریخ اسلام میں بھی السید عمرؓ کے عہد کے مشہور واقعات میں موجود ہے کہ آپ نے ربوبیت عامہ کی اساس پر قائم اسی نظام کو برقرار رکھا جو خود نبی اکرم کے زمانہ صدارت اور خلیفہ اول کے دور خلافت میں قائم تھا۔ آپ رات کو گشت لگا کر معلوم کیا کرتے تھے کہ کیا کوئی فرد معاشرہ ضروریات زندگی سے محروم تو نہیں؟

○ اگر کوئی فرد یا خاندان خواہ مقیم ہو یا مسافر' محروم ربوبیت پایا جاتا تو آپ اپنی پیٹھ پر لاد کر سامان خوراک خود پہنچایا کرتے۔

○ آپ کے زمانہ میں ہر بچے کا وظیفہ پیدائش کے وقت ہی سے سرکاری لگ جایا کرتا تھا۔ اس کے برعکس خلیفہ چہارمؓ کے سوا' آپ کی نسل کے باقی افراد گیارہ میں سے صرف ایک' یعنی حسنؓ کو فرائض خلافت ادا کرنے کا موقع تو ملا مگر بقول تاریخ آپ کی خلافت چھ ماہ سے آگے نہ چل سکی۔ ربوبیت عامہ جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اس کی عملی خدمت کا آپ کو موقعہ نہ ملا۔ اور بعد کے دس افراد کو نہ منصب خلافت میسر آیا۔ اور نہ انہیں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین ربوبیت عامہ کی خدمت کا موقعہ نصیب ہوا۔ پس شق نمبر۲ بھی اولاد خلیفہ چہارم کے گیارہ افراد محترم کے وعدہ خلافت کی کھلی تکذیب کرتی ہے۔

○ شق نمبر۳۔ کے الفاظ یہ ہیں:۔ ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ط اور ضرور ضرور ان موعود خلفاء کے خوف کو اللہ تعالیٰ امن کے ساتھ تبدیل کردے گا۔ اس شق کو بھی لام تاکیدی اور نون مشددہ کے انتہائی تاکید الفاظ کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ جن افراد صحابہ کیساتھ ۲۴/۵۵ میں خلافت ارضی عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا' یہ ہو نہیں سکتا کہ انہیں کامل امن نصیب نہ ہو اور ان کی زندگیاں مکمل خوف کا مرقع بنی رہیں۔ حتیٰ کہ ان کا آخری فرد محترم خوف ہی کے مارے سر من رانار میں چھپ کر جان بچانے کیلئے مجبور ہو جائے اور ان کے مذکورہ کوائف کے باوجود انہیں آیہ استخلاف کا مصداق مانا جائے اور قرآن کریم کے ممدوح صحابہ رسول مقبول کو غاصب خلافت قرار دیکر پاکیزہ ہستیوں پر زبان طعن دراز کی جائے۔ العیاذ باللہ !

نتیجہ صریح:۔ ○ پس آیہ استخلاف ۲۴/۵۵ کے ناقابل انکار دلائل قاطعہ کی رو سے امت کے دو مکاتب فکر کا قدیمی تنازعہ ختم ہوا۔ کہ اس کے مصداق وہ افراد تھے' جنہیں وعدہ باری تعالیٰ کے مطابق اسی طرح خلافت ارضی یعنی زمین کی حکومت عطا ہوئی جس طرح ان سے قبل داؤد و سلیمان سلام علیہما کو زمین کی حکومت عطا ہوئی تھی۔ جس طرح ان کے مبارک عہد میں نظام ربوبیت عامہ قائم تھا اور وہ امن سے سرفراز تھے۔ اسی طرح ان موعود خلفاء کرام کے بابرکت ادوار میں رب تعالیٰ کا پسندیدہ دین ربوبیت عامہ قائم تھا' ان کے دشمنوں کی طاقت یکسر ختم ہوگئی اور ان اللہ تعالیٰ کے موعود خلفاء کرام کو مکمل امن نصیب ہوا۔ اس کے برعکس دوسرا نظریہ چونکہ وعدہ ربانی کے خلاف جاتا ہے کہ نہ انہیں زمین میں حکومت میسر ہوئی نہ انہیں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نظام ربوبیت عامہ کی خدمت کا موقع ملا اور نہ ہی ان کا خوف امن میں تبدیل ہوا۔ بلکہ ان کی زندگیاں خوف ہی کی نذر ہوگئیں' اسلئے اس نظریہ سے رجوع کرکے اس قدیمی تنازعہ کو یکسر ختم کردینا از روئے قرآن فرض ہے۔

○ جن افراد کو خلافت نہیں ملی' وہ اپنے اپنے زمانہ کے انتہائی نیک افراد تھے۔ تاریخ میں انہیں سازشانہ طور پر ناکام و ناکامیاب ظاہر کیا گیا ہے تاکہ امت مسلمہ میں ایک دائمی انتشار و افتراق قائم ہو جائے۔ تاریخ ناقابل اعتماد ہوتی ہے کیونکہ اسے ہر فاتح قوم اپنے مفاد کے قالب میں ڈھالتی چلی آرہی ہے۔

ایک اور غلط نظریہ :۔ ○ مسئلہ خلافت کے ضمن میں اور ایک غلط نظریہ یہ بھی چل رہا ہے کہ آیہ استخلاف کے مصداق وہ افراد ہیں۔ جنہیں بظاہر تو خلافت (زمین کی حکومت) میسر نہیں آئی۔ مگر باطنی طور پر حاکم اصلی وہی ہوتے ہیں۔ اس طرح ایک تو ظاہر و باطن کا ایک غیر اسلامی نظریہ قائم کر لیا گیا ہے۔ جس کی رو سے یہ باطل عقیدہ رائج ہو چکا ہے۔ کہ جو لوگ بظاہر حکومت کر رہے ہیں اصل حاکم یہ نہیں ہیں' بلکہ اصل حاکم باطنی حکمران ہیں' جو بظاہر بھوکے ننگے مانگ کر کھاتے اور تکیوں داٸروں میں بھنگ چرس اڑاتے ہیں' اور یا وہ جو گلیوں اور بازاروں میں ننگ دھڑنگ دیوانے پھر رہے ہوتے ہیں' ان میں سے کوئی تو باطنی حکومت کا بادشاہ ہوتا ہے' کوئی وزیر کوئی ڈی سی ہوتا ہے اور کوئی کپتان پولیس' ہر ریاست کا اصل انتظام ان دیوانوں کے سپرد ہوتا ہے۔ ظاہری ملازموں کی تقرریاں' برطرفیاں بھی انہیں کے حکم سے ہوتی ہیں اور ریاستوں میں الٹ پلٹ' اور حکومتوں کے تختے انہی کے باطنی فیصلوں کے مطابق الٹتے رہتے ہیں۔ ایک تو یہ بے سروپا تصور اس ظاہر و باطن کے نظریہ سے پیدا ہوا۔ جس کا ظاہری نتیجہ یہ ہے کہ کرہ ارض پر صرف مسلمان قوم ایسی ہے جو مخبوط الحواس دیوانوں سے مرادیں مانگتی پائی جاتی ہے۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ ہیں جو دیوانوں کے سامنے ہاتھ باندھے گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں۔ کہ ان کی ملازمت کا حکم جاری کر دیا جائے' اور اس ظاہر و باطن کے خود تراشیدہ عقیدہ ہی کے بطن سے اس گمراہ کن تصور نے جنم لیا ہے' کہ قرآن پاک کے ظاہری معنی اور باطنی معنی اور ہیں جو ظاہر معنوں سے اسی طرح مختلف ہیں جس طرح دیوانوں اور مخبوط الحواس لوگوں کا باطن ان کے ظاہر سے مختلف و متضاد بتایا جاتا ہے اور اس طرح قرآن کریم کو معموں کی کتاب بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ العیاذ باللہ !

○ واضح رہے کہ باطنی حکومت کا نظریہ از روئے قرآن حکیم صد فیصد باطل ہے۔ وہ حکومت (خلافت) جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق عطا ہوتی ہے' اس کے دو غیر مبہم نشانات باری تعالیٰ نے ۲۴/۵۵ میں خود بتا دیئے ہیں:-

۱۔ پہلا یہ کہ اس میں ربوبیت عامہ کا وہ متوازن ہموار نظام رائج ہوتا ہے' جو اللہ تعالیٰ نے خود پسند فرمایا اور دوسرا یہ کہ ان خلفاء کو کسی طرح کا کوئی خوف لاحق نہیں ہوتا۔

○ پس اس طرح وہ لوگ جو خود مانگ کر کھاتے ہیں اور یا دماغی توازن سے محروم ہیں وہ کیا نظام ربوبیت قائم کر سکتے ہیں۔ نیز وہ پاکیزہ لوگ جنہیں بقول تاریخ نہ حکومت میسر آئی نہ انہوں نے نظام ربوبیت عامہ قائم کیا جسے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے' اور نہ ان کا خوف امن میں تبدیل ہوا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے موعود خلیفے قرار دینا صد فیصد خلاف قرآن حکیم ہے۔

○ داؤدؑ کے متعلق ارشاد ہوا ہے یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ۳۸/۲۶ = اے داؤد بیشک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے' پس لوگوں میں آپ انصاف کے ساتھ حکم کریں اس آیت مجیدہ سے بصورت نصف النہار ثابت ہوا' خلیفہ ارض وہ ہوتا ہے' جسے لوگوں پر حکم (مقدمات کے فیصلے) کرنے

کا موقعہ میسر آئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ خلیفہ وہ ہوگا جو فاحکم بین الناس بالحق کے ارشاد ربانی کے مطابق لوگوں میں عدل و انصاف قائم کرے۔ اور جو عدل و انصاف سے ہٹ کر من مانیاں کرے' وہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ نہیں' بلکہ وہ فرعون کی قسم کا استبدادی ظالم حاکم ہے۔ اور جن افراد کو حکومت میسر ہی نہ آئی ہو' انہیں باطنی حاکم یا اللہ تعالیٰ کا مقررہ کردہ خلیفہ قرار دینا قرآنی حقائق سے بے خبری کی دلیل ہے کیونکہ قرآن حکیم میں داوٗدؑ و سلیمانؑ جیسے عادل و منصف حاکموں کا ذکر بطور خلیفہ بھی درج ہے اور فرعون جیسوں کا ذکر بطور ظالم استبدادی حاکم بھی درج ہے۔

خلافت ارضی کا وعدہ مہاجر صحابہؓ کیساتھ:۔ سابقہ صفحات میں آیۂ استخلاف میں ۲۴/۵۵ کی قرآنی سند کیساتھ ثابت کیا جاچکا ہے کہ صحابہ رسول کیساتھ باری تعالیٰ نے جو وعدہ خلافت ارضی مذکورہ بالا غیر مبہم الفاظ کے ساتھ کیا تھا' اسے صد فیصد پورا کیا' اور وہی لوگ سریر آراء خلافت ہوئے جن کیساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ اب چونکہ وہ سب کے سب مہاجرین میں سے تھے' اس لئے ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال کروٹیں لینے لگے کہ مہاجر صحابہ رسول نے انصاری صحابہ رسول کا حق غصب تو نہیں کر لیا تھا؟ اس سوال کا جواب سورۂ حج میں بالفاظ ذیل دیا گیا ہے:۔

○ اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط .... اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ○ (۲۲/۴۱-۴۰) وہ لوگ جو گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اس بات پر کہ وہ کہتے ہیں' ہمارا سب کا رب اللہ ہے (معاشرہ میں نظام ربوبیت قائم ہونا چاہئے) یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا فرمائیں گے تو وہ (الصلوٰۃ) یعنی اجتماعی نظام قائم کریں گے اور دبلوں کو فربہی دیں گے اور وہ قرآنی اوامر کا حکم دیں گے اور قرآنی نواہی سے منع کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر کام کا انجام اللہ ہی کیلئے ہے۔ یعنی ہر کام کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق ہی برآمد ہوتا ہے۔

○ ان آیات مجیدہ میں ان اصحاب رسول کو عطاءِ اقتدار کی خبر دی گئی ہے' جن کو ناحق گھروں سے نکال دیا گیا تھا یہ مہاجرین مکہ تھے۔ ان کا قصور یہ گردانا گیا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا سب کا رب کہتے تھے۔ یعنی وہ ربوبیت عامہ کی اساس پر قائم کردہ نظام ربوبیت کیلئے کوشاں تھے۔ چنانچہ بتایا گیا ہے کہ جب انہیں زمین میں اقتدار خلافت عطا کیا جائے گا تو وہ الصلوٰۃ یعنی اجتماعی نظام قائم کریں گے جس میں اعلیٰ و ادنیٰ اور آقا و غلام کی تمیز موجودہ نہ ہوگی۔ نیز وہ دبلوں کی نشوونما کریں گے' نیک کاموں کا حکم دیں گے اور برے کاموں سے سختی کے ساتھ روک دیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ اصحاب رسول میں سے خلافت ارضی کا وعدہ مہاجر صحابہ کے ساتھ تھا۔ جنہیں اس قصور پر گھروں سے نکالا گیا کہ وہ نظام ربوبیت کے نفاذ کے خواہاں تھے۔

○ ان آیات مجیدہ میں اقاموا الصلوٰۃ کا معنی صلوۃ موقت قائم کریں گے نہیں' کیونکہ صلوٰۃ موقت کو تو وہ مقدسین پہلے سے ہی قائم کر چکے ہوئے تھے۔ صلوٰۃ موقت کے صد فیصد پابند پہلے ہی سے تھے۔ تو اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ کون سی صلوٰۃ تھی جسے صحابہ نے زمین میں اقتدار میسر آنے کے بعد قائم کیا تھا؟ یہ وہ متوازن و ہموار اجتماعی نظام تھا۔

جس کا قائم کرنا بحیثیت خلفاء ارض ان کا فرض منصبی تھا۔

○ لفظ الصلوۃ کا ایک معنی فرض منصبی اور اجتماعی نظام' آیت ذیل سے ثابت ہے:۔

○ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ط کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَ تَسْبِیْحَہٗ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ○ ۲۴/۴۱ (مفہوم) اے مخاطب! کیا تو نے غور نہیں کیا (یعنی تجھے غور کرنا چاہیئے) کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی جاندار ہیں سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ خصوصاً" صفیں باندھ کر اجتماعی اڑان کرنے والے پرندے' سب کے سب اپنی تسبیح اور صلوٰۃ کو جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب خوب جانتا ہے جو جو وہ کام کرتے ہیں۔

○ اس آیت مجیدہ سے لفظ صلوٰۃ کا معنی اجتماعی نظام بھی ثابت ہے جیسے کہ صفیں باندھ کر اڑنیوالے پرندوں کی اجتماعی اڑان کو ان کی صلوٰۃ کہا گیا ہے اور ہر جاندار جو جو کام کر رہا ہے یعنی جو جو فرض منصبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے سپرد کیا گیا ہے وہ الگ الگ ان کی تسبیح و صلوٰۃ ہے۔

○ آیت زیر بحث ۲۲/۴۱ میں 'اٰتُوا الزَّکٰوۃَ' کا معنی مال کا مخصوص حصہ ادا کرنا نہیں کیونکہ زکوٰۃ کے تو وہ مقدسین اقتدار ملنے سے پہلے ہی ادا کرنے کے صد فیصد عامل تھے۔ تو اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ کون سی زکوٰۃ ہے جسے صحابہ رسولؐ نے اقتدار ملنے کے بعد ادا کیا تھا؟ یہ وہ زکوٰۃ تھی جو السید عمرؓ راتوں کو گشت کرکے محرومین ربوبیت کے ہاں سامان ربوبیت اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے پہنچا کر ادا کرتے تھے' لفظ زکوٰۃ کا سہ حرفی مادہ ز۔ک۔و ہے جس کا بنیادی معنی نشوونما ہے اور ایتاء زکوٰۃ کا معنی ہے نشوونما دینا۔ کمزور کو طاقتور اور دبلے کو فربہ کرنا۔ لفظ زکوٰۃ کا مصدری معنی ہے پھلنا۔ پھولنا۔ بڑھنا۔ زیادہ ہونا۔ آسودہ زندگی گزارنا۔ اب چونکہ ارباب اقتدار کی زکوٰۃ ان کا فرض منصبی ہی معاشرہ کے کمزوروں کی کمزوری دور کرنا ہے' اس لئے اقتدار میسر آنے کے بعد ان کی زکوٰۃ گرے ہوؤں کو اٹھانا اور دبلوں کو نشوونما دینا ہے جس کی عملی صورت نوع انسانی کے بنیادی حقوق کے قرآنی اعلان ذیل سے عیاں ہے' جو ارشاد ہوا ہے:۔

○ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ○ ۲/۳۶ + ۷/۲۴ = اور اے نوع انسانی، تیرا پیدائشی بنیادی حق ہے۔ کہ تجھے زمین میں مستقر یعنی مکان بھی بلا کرایہ میسر ہو اور زندگی کے آخری دم تک کے لئے ضروریات زندگی بھی حسب ضرورت ملتی رہیں نیز ہر فرد معاشرہ کو اس کا مذکورہ بنیادی پیدائشی حق مہیا کرنا ارباب اقتدار کا فرض منصبی ہے قرآن کریم نے اصحاب رسول کے متعلق ۲۲/۴۱ میں ان کے اسی فرض منصبی کی خبر دی ہے کہ جب انہیں زمین میں اقتدار میسر آئے گا تو الصلوٰۃ یعنی اجتماعی نظام (۲۴/۴۱) قائم کریں گے جس میں طبقاتی تقسیم کا تصور تک موجود نہ ہوگا۔ اور وہ زکوٰۃ دیں گے۔ یعنی معاشرہ کے کمزوروں کو ضروریات زندگی کی فراوانی کیساتھ نشوونما دیں گے۔

رجوع الی المطلب:۔ یہاں تک ثابت کیا جاچکا ہے کہ نبی اکرمؐ کے بعد آپ کی جانشینی کا حق خود اللہ تعالیٰ نے مہاجر صحابہ کرام کو ان کی بے پناہ قربانیوں' ان کے خالص اتقاء اور ان کی مخصوص قابلیت کی بدولت عطا فرمایا تھا اور ساتھ ہی پیش گوئی بھی کر دی تھی کہ وہ ایسے پاکیزہ نفوس ہیں کہ حصول اقتدار کے بعد میری نافرمانی نہیں کریں گے بلکہ اس صحیح نظام ربوبیت کو جس کی بنیاد خود نبی اکرم نے رکھی تھی دائم قائم رکھیں گے' چنانچہ مشاہدات گواہ ہیں کہ جانشینان رسول نے عین رسول اکرم کی اتباع کرتے ہوئے نہ اپنے لئے محلات تعمیر کرائے نہ دیوان خانے نہ زرق برق

لباس پہنا۔ نہ اپنے لئے عوام سے الگ قسم قسم کے شاہانہ کھانوں کا اہتمام کیا۔

صحابہ کرام کی باہمی محبت:۔ نام نہاد تاریخ اسلام نے صحابہ رسول کی مقدس جماعت پر یہ الزام لگا رکھا ہے کہ نبی اکرمؐ کی وفات مبارکہ پر ان میں حصول خلافت کیلئے رسہ کشی شروع ہوگئی۔ نبی اکرمؐ کے جسد اطہر کو ابھی سپرد خاک بھی نہیں کیا گیا تھا کہ جماعت انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر اپنے میں سے سعد بن عبادہ انصاری کو خلیفہ چن لیا۔ تو عمرؓ بروقت پہنچ گئے اور ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرکے اس وقتی مخاصمت کو ختم کر دیا۔ لیکن علیؑ نے جو اس وقت نبی اکرمؐ کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔ اپنی حق جتایا جو تسلیم نہ کیا گیا۔ آپ نے کچھ عرصہ ناراض رہ کر بالآخر ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی فاطمہؓ نے باغ فدک کا مطالبہ کیا۔ جو منظور نہ ہوا۔ نام نہاد تاریخ اسلام آگے چل کر یہ کہتی ہے کہ علیؓ کا دور خلافت آیا تو صحابہ رسول میں دو متحارب گروہ پیدا ہوگئے۔ صحابہؓ کی تلواریں صحابہؓ ہی کے خلاف بے نیام ہوگئیں اور ان کے مابین اتنی بڑی دو جنگیں برپا ہوئیں کہ جنگ جمل میں فریقین کے تیرہ ہزار افراد کام آئے اور جنگ صفین میں اسی ہزار کشتوں کے پشتے لگ گئے چنانچہ نام نہاد تاریخ اسلام کے صحابہؓ کرام پر لگائے گئے انہی الزامات کا اثر ہے کہ اہل اسلام میں دائمی طور پر صدیوں سے دو گروہ شیعہ اور سنی کے نام سے باہم برسرپیکار چلے آرہے ہیں۔

○ واضح رہے کہ یہ جملہ واقعات چونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات مجیدہ کی تکذیب کرتے ہیں اس لئے محض من گھڑت اور خود تراشیدہ افسانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب لاریب نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق بتکرار کثیر اعلان عام کیا ہے کہ افراد صحابہ باہمی شفقت و محبت سے معمور تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت قرآن حکیم پر ایمان لانے کے بعد زمانہ جہالت کی باہمی عداوتوں اور شقاوتوں سے صد فیصد پاک ہوچکے تھے جیسے کہ ارشاد باری ہے:۔

○ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۳/۱۰۳ اور (اے جماعت صحابہؓ!) اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر فرمائی۔ وہ وقت قابل ذکر ہے جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اس نے تمہارے ذہنوں میں محبت ڈال دی اور تم اس کی نعمت (قرآن کریم) کیساتھ بھائی بھائی بن گئے۔ تم (قرآن پر ایمان لانے سے پہلے) آگ کے گڑھے کے کنارے پر (کھڑے اس میں گرا ہی چاہتے تھے) پھر اس نے تمہیں بچا لیا۔

○ دیکھئے! صحابہ رسول کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ قرآن مجید پر ایمان لانے سے پہلے ان کے اندر یقیناً باہمی بغض و عناد موجود تھا۔ اور وہ جنگ کی آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے بچا لیا۔ ان کی باہمی عداوتیں قرآنی تعلیم کیساتھ اس قدر دور و کافور ہوگئیں کہ وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ عربی زبان میں اخوان وہ ہوتے ہیں جو ایک دسترخوان پر کھائیں۔ ہر کھانے والے کو اپنی بھوک اور ضرورت کے مطابق کھانے کا حق ہو۔ ایسے حالات میں باہمی لڑائی اور جنگ و جدال تک کا تصور پیدا نہیں ہوتا۔

صحابہ رسول کافروں پر سخت اور آپس میں رحیم و کریم تھے:۔ سورہ فتح میں ارشاد ہوا ہے:۔ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي

اَلْاِنْجِیْل ۴۸/۲۹۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔ دیکھتا ہے تو اے دیکھنے والے کہ وہ رکوع اور سجدہ صلوٰۃ بجا لاتے ہیں وہ اللہ کی رضا کے مطابق اس کا فضل تلاش کرتے ہیں (یعنی رضاءِ الٰہی کے مطابق کما کر کھاتے ہیں) ان کا یہی حال توراۃ میں بھی موجود ہے اور انجیل میں بھی درج ہے۔

○ اب غور فرمایئے! کہ جب صحابہ رسول کے متعلق خود اللہ تعالٰی نے قرآن کریم اور توراۃ و انجیل اپنی تمام کتابوں کے اندر لکھ دیا ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے مطابق کما کر کھانے والے تھے۔ کافروں پر سخت اور آپس میں رحیم و کریم تھے تو اس اعلان ربانی کے بعد یہ چیز کس طرح باور کی جا سکتی ہے کہ وہ کافروں پر سخت ہونے کی بجائے آپس میں سخت ہوگئے ہوں، ان کی تلواریں خود ایک دوسرے کے خلاف بے نیام ہوگئی ہوں۔ اور انہوں نے جنگ جمل اور جنگ صفین کے معرکے خود برپا کرکے آپس میں تیرہ ہزار اور اسی ہزار کے سر اڑا دیئے ہوں۔ گیا اللہ اور اس کی کتاب سچی ہے یا نام نہاد تاریخ؟

○ اب غور فرمائیں۔

○ پیچھے آپ آیت مجیدہ ۳/۱۰۳ کے قرآنی الفاظ فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا" میں بھی دیکھ چکے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے ان کے اذہان میں باہمی الفت ڈال دی تھی اور وہ اللہ کی نعمت قرآن حکیم کیساتھ آپس میں بھائی بھائی بن گئے تھے اور ۴۸/۲۹ کے قرآنی الفاظ اشداء علی الکفار رحماء بینهم سے بھی ثابت ہوچکا ہے، کہ وہ ایک دوسرے کے دشمن اور مخالف نہیں تھے بلکہ آپس کی شفقت و الفت ان کا دائمی شعار تھا۔ ان کے یہ مکارم و محاسن اور خصائل و فضائل نہ صرف یہ کہ قرآن حکیم میں محفوظ کر دیئے گئے ہیں کہ وہ آپس میں بھائی بھائی تھے اور رحیم و کریم تھے بلکہ ان کے یہ صفات توراۃ و انجیل میں بھی نازل کر دیئے گئے تھے کہ خاتم النبین ورحمۃ للعالمین کے جملہ صحابہ کرام کافروں پر سخت اور آپس میں بھائی بھائی ہوں گے ایک دوسرے کے قاتل نہیں ہوں گے۔

مومنوں کی جانیں اور مال اللہ نے جنّت کے بدلے خرید لئے ہیں:۔ ○ نزول قرآن کے بعد وہ اوّلین مومن صحابہ رسول ہی تھے جنہوں نے اللہ تعالٰی کیساتھ مال جان کا سودا کرکے اپنا سب کچھ جنت کے عوض اللہ تعالٰی کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ ارشاد باری ہے:۔

○ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○ ۹/۱۱۱ (مفہوم) بلاشبہ اللہ تعالٰی نے مومنوں کی جانیں اور مال جنت کے عوض خرید لئے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہو بھی جاتے ہیں۔ یہ وعدہ اللہ پر حق ہے جو توراۃ انجیل اور قرآن سب کتابوں میں محفوظ ہے اور جس جس نے بھی اللہ تعالٰی کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کیا تو چاہئے کہ وہ اپنے اس سودے کے عوض جو اس نے اللہ کیساتھ کیا ہے۔ جنت کی خوشخبری پائے اور (دنیا کی زندگی ہی میں جنت کی خوشخبری پالینا) یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔

○ آیت مجیدہ ۹/۱۰۰ میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ مہاجرین و انصار' جملہ صحابہ' سابق ولاحق کو ان کی زندگی ہی میں جنت تجری تحتھا الانھر کی خوشخبری دیدی گئی تھی اور ان کے جملہ خصائل و فضائل جن میں ان کا باہم بھائی بھائی اخوانا ہونا ۳/۱۰۳ اور آپس میں رحیم و کریم ہونا رحماء بینھم ۴۸/۲۹ سرفہرست ہے' نہ صرف یہ کہ قرآن مجید میں محفوظ ہیں بلکہ یہ توراۃ و انجیل میں بھی نازل کردیئے گئے تھے۔

○ تو اب بتایئے کیا توراۃ انجیل اور قرآن کریم کی خبر سچی ہے کہ صحابہ رسول آپس میں بھائی بھائی اور رحیم و کریم تھے یا نام نہاد تاریخ کا کہنا درست ہے کہ صحابہ رسول ایک دوسرے کے دشمن اور آپس میں بیک وقت تیرہ ہزار اور اسی ہزار کے قاتل تھے العیاذ باللہ ! بالفاظ دیگر کیا اللہ حی و قیوم کی سب کتابیں معاذ اللہ جھوٹی ہیں اور مردوں کی لکھی ہوئی نام نہاد تاریخ سچی ہے؟ فتدبروا !

تاریخ کی حیثیت مشاہدات کے آئینے میں:۔ واضح رہے کہ تاریخ کی حیثیت اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے فاتح اقوام کی لونڈی چلی آرہی ہے ---- وہ جس طرح کی چاہتے ہیں تاریخ مرتب اور مروج کرا دیتے ہیں پھر بعد میں آنے والے ان میں اپنی مرضی کا ردو بدل کرنے میں معمولی سی جھجک محسوس نہیں کرتے' جیسے کہ ہندوستان میں رونما ہونے والے ۱۸۵۷ء کے واقعات انگریز کی لکھوائی ہوئی تاریخ میں غدر و بغاوت کے نام سے درج ہیں اور انگریز کے چلے جانے کے بعد کی مرتب کردہ تاریخ ہند میں انہیں تحریک آزادی وطن کا نام دیا گیا ہے۔ انگریزی تاریخ کے مطابق مذکورہ تحریک کے جملہ کارکن جو حکومت کے باغی اور وطن کے غدار قرار دیے گئے تھے' آج کی تاریخ میں وہ سب محب وطن اور قوم کے ہیرو قرار دیے جا چکے ہیں۔ سیوا جی مرہٹہ جو کل تک مغلیہ تاریخ میں لٹیرا درج تھا' آج ہندوؤں کی تاریخ میں قوم کا ہیرو مانا جاتا ہے۔

قرآن کریم کا ایک لفظ بھی ہزار تاریخوں پر بھاری ہے:۔ سطور بالا کے مطابق اس وقت تک کسی تاریخی واقعہ کو مقام اعتبار میسر نہیں آتا' جب تک اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب لاریب قرآن حکیم کی تائید حاصل نہ ہو اور جس تاریخی واقعہ کی قرآن کریم تردید کردے اہل اسلام کیلئے اسے صحیح تسلیم کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

○ مثلاً "صلیب مسیح" کا تاریخی واقعہ آپ کے سامنے ہے' جب قرآن حکیم نازل ہوا اس وقت کرۂ ارض کی تاریخیں اس واقعہ کی تائید سے بھری پڑی تھیں' کہ مسیح کو سولی پر چڑھا دیا گیا تھا۔ بلکہ اس واقعہ سے متعلق دونوں قومیں یہود و نصاریٰ اسے تواتر سے صحیح تسلیم کرتی چلی آرہی تھیں۔ یہود کا کہنا تھا' کہ ہم نے مسیح کو اپنے ہاتھ سے صلیب دی تھی اور عیسائی یعنی عیسیٰ کو ماننے والی قوم کے خود دوکلاں تسلیم کرتے تھے اور اب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ہمارے گناہوں کے بدلے مصلوب ہو چکے ہیں۔ لیکن قرآن حکیم کے ایک ہی جملے نے دنیا بھر کی لائبریریوں اور کرۂ ارض کے چھ سو سالہ تواتر پر پانی پھیر دیا۔ "ما قتلوہ وما صلبوہ" صلیب مسیح کے دعویداروں نے نہ اسے قتل ہی کیا تھا اور نہ ہی صلیب دیا تھا۔ پس جس طرح کتاب لاریب کے ایک ہی جملہ کی بدولت بڑی بڑی لائبریریوں اور مکمل چھ سو سالہ تواتر کے باوجود اہل اسلام کے لئے مسیح کو مصلوب ماننے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ جملہ تاریخی دلائل پر یکسر پانی پھر جاتا ہے' اسی طرح جنگ جمل اور جنگ صفین کے تاریخی واقعات یک قلم غلط ٹھہر چکے ہیں' جب کتاب لاریب نے اس

تاریخی واقعہ میں مذکور باہم متحارب افراد کے بارے میں اعلان کر رکھا ہے اشدآء علی الکفار رحماء بینھم ۴۸/۲۹ وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحیم و کریم تھے۔ وہ کافروں کیساتھ جنگ کیا کرتے تھے' آپس میں لڑنے والے تھے ہی نہیں۔ اگر عربی لغت کی رو سے "رحماء بینھم" کا معنی آپس میں مہربان ٹھیک ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ تاریخ کے کہنے پر صحابہؓ کرام کو ایک دوسرے کے قاتل قرار دیکر قرآن کریم کی تکذیب کی جائے۔

نبی اکرم کی سرسبز کھیتی:۔ اللہ تعالیٰ نے ۴۸/۲۹ میں جماعتِ صحابہؓ کو نبی اکرم کی کھیتی قرار دیا ہے اور مثال کے طور پر نبی اکرم کو اس مبارک کھیتی کا تمثیلی کسان کہا ہے آیت مجیدہ ۴۸/۲۹ کا ابتدائی حصہ اگرچہ پیچھے اپنے مقام پر پیش کیا جاچکا ہے۔ جس کے آخری حصے میں مذکورہ مثال کا نزول ہوا ہے لیکن مفہوم کا تسلسل قائم رکھنے کیلئے پوری آیت پیش کی جاتی ہے بغور ملاحظہ فرمائیں:۔

○مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ ۴۸/۲۹ (مفہوم) محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو (خوش بخت افراد) ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے پر بڑے سخت اور آپس میں مہربان (رحیم و کریم ہیں) دیکھتا ہے تو اسے دیکھنے والے کہ وہ (صلوۃ کا) رکوع اور سجدہ ادا کرنیوالے ہیں۔ وہ اللہ کی رضا کے مطابق اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں (یعنی وہ رضائے الٰہی کے مطابق کاروبار کرکے کما کر کھاتے ہیں) ان کی فرمانبرداری کا اثر ان کے چہروں (کے نور) سے ظاہر ہے ان کا یہ بیان توراۃ میں بھی (نازل کر دیا گیا) ہے اور ان کا یہی بیان انجیل میں بھی (نازل کر دیا گیا) ہے۔ ان کی مثال کھیتی جیسی ہے۔ جس نے اپنی سوئی (یعنی زمین سے نرم و نازک انگوری) نکالی۔ پھر اسے موٹا کر دیا۔ پھر اس کی نالوں پر سیدھا کھڑا کر دیا (حتیٰ کہ کھیتی کا ہر پودا ثمروار ہوگیا اور کسان کی محنت ٹھکانے لگی اس کی یہ پروان چڑھی ہوئی حالت کھیتی کرنے والے) کسان کو خوش کرتی ہے۔ تاکہ کافروں کو اس کامیابی کیساتھ غضبناک کر دے اللہ تعالیٰ نے سب کے سب صحابہؓ کے ساتھ بہتی نہروں والے باغات' ہر قسم کے بچاؤ' اور اعمال کے بہت بڑے بدلے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ وہ سب ایمان لائے اور اعمال صالح بھی کیے۔

○ یبتغون فضلا" من اللہ ورضوانا کے الفاظ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق غیر مبہم خبر دے دی گئی ہے کہ وہ سب کے سب اللہ کا فضل تلاش کرتے تھے کاروباری لوگ تھے مگر کاروبار میں کسی بھی قسم کی ہیرا پھیری یا تجارتی فراڈ ان کا شعار نہیں تھا۔ تلاش معاش میں ہر آن ان کے سامنے رضا الٰہی ہوا کرتی تھی۔ ان الفاظ قرآنیہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جماعت صحابہ میں سے کوئی ایک بھی پیری مریدی کے دھندے میں ملوث نہیں تھا۔ جیسے کہ ابوبکر صدیق اور علی رضی اللہ عنہما کو تصوف کے ہر چہار خاندانوں نقشبندی' سہروردی' چشتی' اور قادری کے مورث اعلیٰ قرار دیا گیا ہے اور چاروں قسم کے پیران عظام کا کام مریدوں سے نذریں وصول کرنا ہے' تلاش معاش کیلئے یہ ازاد اس کے سوا کوئی کاروبار نہیں کرتے مگر یبتغون فضلا" من اللہ ورضوانا" کے الفاظ سے ثابت ہے کہ تصوف

کے موحد و متبع جماعت صحابہ میں سے کوئی ایک بھی نہیں تھا' نہ ابوبکر نہ علی وہ تو کما کر کھاتے تھے۔

○ سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود کا یہ مفہوم غلط ہے کہ ان کے ماتھوں پر سجدوں کے نشان (دھبے) نمایاں ہیں واضح رہے کہ سجدہ صلوۃ کی غرض یہ نہیں ہے کہ ماتھے پر دھبہ نمایاں ہو جائے بلکہ سجدہ کی غرض اللہ تعالی کی ہمہ جہتی فرمانبرداری میں مستغرق رہنا ہے جو لوگ کاروبار میں ہیرا پھیری اور دھوکا دہی یا فریب کرتے ہیں ان کے چہروں پر عدم اطمینان کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں' اس کے برعکس جو لوگ اطاعت ربانی کی حدود میں رہ کر حلال روزی کماتے ہیں اور اپنے کاروباری فریضے کو خدمت خلق کا ذریعہ بنائے ہوئے ہوتے ہیں ان کے چہروں پر سکون و اطمینان کا نور نمایاں ہوتا ہے' صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسی نور اطمینان کی خبر دی گئی ہے جس سے قانون کتاب اللہ کی طرف ہر آن اور ہمہ جہتی جھکاؤ مراد ہے صرف ماتھے کو زیادہ سے زیادہ زمین پر رگڑ کر دھبہ ڈالنا مراد نہیں۔

○ کزرع اخرج شطئہ کے الفاظ میں کاف تشبیہ لاکر اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اسلام کی وہ کھیتی جس کی کاشت نبی اکرم صاحب قرآن محمد رسول اللہ سلام علیہ نے فرمائی تھی وہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے چنانچہ ان کی ایمانی زندگی کی ابتداء اسی طرح ہوئی جس طرح کسان کھیت میں بیج ڈالتا ہے اور اس سے زمین میں سے ایسی نرم و نازک باریک سی سوئی نکلتی ہے کہ اسے مسل کر نابود کر دینا انتہائی معمولی کام ہوتا ہے' مگر خبر دی گئی ہے کہ خاتم النبین کی کاشت کردہ صحابہ کرام کی کھیتی مذکورہ انتہائی کمزوری کے مراحل طے کرکے مضبوط موٹی ہوگئی فاستغلظ۔ حتی کہ اپنی نالوں پر کھڑی ہوگئی فاستوی علی سوقہ یعنی صحابہ کرام کی کمزور جماعت اپنے قدموں پر کھڑی ہوگئی اور اس طرح اس مبارک کھیتی کا وہ وقت آگیا جو کسان کیلئے انتہائی مسرت بخش ساعت ہوتی ہے یعنی کھیتی بار آور ہو جاتی اور کسان کی محنت ٹھکانے لگ جاتی ہے۔ ادہر ہر خوشہ گندم کی جیب موتیوں سے بھرجاتی ہے اور ادھر کسان کا دماغ و فور مسرت و انبساط سے چھلک اٹھتا ہے یعجب الزراع۔ واضح رہے کہ کھیتی بار آور اور ثمربار نہ ہو تو کسان کو کبھی خوش نہیں کرتی' خواہ اس کے پودے کتنے قدآور اور مضبوط کیوں نہ ہوں۔ ۴۸/۲۹ کی ربانی خبر میں چونکہ انتہائی کمزوری کی حالت سے گزرنے' موٹا ہونے اور نالوں پر کھڑا ہو جانے کے بعد کسان کے خوش ہو جانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی اکرمؐ کے کھیت کا ایک ایک پودا نہ صرف یہ کہ اپنے قدموں پر کھڑا ہوچکا تھا۔ بلکہ بار آور اور ثمرور بھی ہوچکا تھا۔ بالفاظ دیگر نبی اکرمؐ کی محنت ٹھکانے لگ چکی تھی۔ اور آپ کو آپ کی کھیتی کی کامیابی اور کامرانی پر ذات باری کی طرف سے بے پناہ مسرتوں سے نوازا جاچکا تھا۔

○ آیت مجیدہ ۴۸/۲۹ سورہ فتح کی آخری آیت مجیدہ ہے' یہ وہ وقت تھا جب مکہ فتح ہو چکا تھا۔ اور دشمن کی قوت کا آخری شمہ تک ختم ہوچکا تھا۔ اور ربوبیت عامہ کی اساس پر قائم اللہ کا دین ہر طرف ضیا بار تھا۔

صحابہ رسول پر سب و شتم:۔ اسلامی تاریخ اور اہل اسلام کے اختلافی عقائد کا ایک انتہائی اندوھناک المیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ قریبا "ایک لاکھ صحابہؓ" کی عظیم جماعت میں سے صرف ایک علیؓ اور چند ایک اور صحیح مومن تھے باقی سب کے سب دولت ایمان تک سے محروم تھے' یہ نظریہ جہاں پیچھے پیش کردہ آیات مجیدہ ۱۰۰/۹ + ۷۴-۸/۷۵ + ۶۲-۸/۶۴ کے خلاف ہے وہاں آیت زیر بحث ۴۸/۲۹ کی رو سے بھی یکسر غلط ہے' جس میں نبی اکرمؐ کو

صحابہؓ کی کھیتی کا کامیاب و کامران کاشتکار بتایا گیا ہے' جو اپنی پوری کھیتی کے پروان چڑھنے پر خوش ہو چکے تھے لیکن مذکورہ نظریہ کے مطابق:۔

○ غور طلب امر یہ ہے کہ جس کسان نے ایک لاکھ پودے کاشت کئے ہوں مگر ان میں سے صرف ایک اور اس کے اردگرد صرف چند ایک پودے پروان چڑھے ہوں تو بتایئے کہ وہ کسان خاک خوش ہو سکتا ہے جس کا سارا کھیت تباہ ہوجائے مگر چونکہ قرآن کریم نے صحابہ کرام کی مبارک کھیتی کے کامیاب کاشتکار کے متعلق غیر مبہم الفاظ میں اعلان کر رکھا ہے کہ نبی اکرمؐ کی کھیتی نہ صرف یہ کہ کمزوری و ناتوانی کی منزلیں بخیروعافیت طے کر چکی تھی بلکہ قدموں پر کھڑا ہونے کے بعد ثمرور بھی ہو چکی تھی۔ جسے دیکھ دیکھ کر آپ خوش ہوا کرتے تھے۔ صرف ایک صحابی اور اس کے ساتھ چند ایک صحابہ کے سوا باقی کے محروم ایمان ہونے کا عقیدہ نہ صرف یکسر غلط ہے بلکہ نبی اکرمؐ کو ۴۸/۲۹ کے ربانی اعلان کے خلاف ایک ناکام کاشتکار ثابت کرنا ہے اور صحابہؓ کرام پر سب و شتم کرنا خود اپنے آپ کو مقام انسانیت تک سے گرا دینے کے مصداق ہے۔

○۴۔ لیغیظ بھم الکفار کے الفاظ میں خبر دی گئی ہے کہ صحابہ رسول کی کھیتی کو تباہ کرنے کی کفار مکہ نے بے حد کوشش کی۔ مکہ معظمہ میں ان پر مخالفتوں کے پہاڑ ڈھاتے رہے۔ اور جب یہ پاکیزہ جماعت ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچ گئی۔ تو پے در پے حملوں کیساتھ اسے ختم کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ جنگ بدر' جنگ احد اور جنگ احزاب یعنی جنگ خندق سب اس سلسلے کی کڑیاں تھیں۔ لیکن اللہ تعالی کی مدد ہمیشہ شامل حال رہی حتی کہ مکہ معظمہ فتح ہو گیا۔ جس سے کفار کا غیض و غضب انتہا کو پہنچ گیا۔ جس کی عملی صورت جنگ حنین تھی لیکن اس معرکے میں ان کی رہی سہی طاقت بھی ختم ہوگئی۔

۵۔ وعداللہ الذین امنو منکم وعملوا الصلحت کے الفاظ میں منکم کے جار مجرور سے یہ نظریہ اخذ کرنا مطلقاً" غلط ہے کہ صحابہ رسول میں سے صرف بعض مومن ہوئے اور اعمال صالح بجا لائے تھے۔ کیونکہ ہمارے مقالہ کی بنیادی آیت مجیدہ ۹/۱۰۰ میں بلا استثنی جملہ صحابہؓ کرام مہاجرین و انصار السابقین اور متبعین سب کے سب کے متعلق اعلان کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالی ان سب پر راضی ہو چکا تھا اور وہ سب کے سب اللہ پر راضی ہو چکے تھے اور ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہتی نہروں والے باغات تیار کر رکھے ہیں۔ پس تصریف آیات کے مطابق چونکہ اللہ تعالی نے ایک صحابی کو بھی نہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے زمرہ سے خارج کیا ہے اور نہ کسی ایک کو بھی وعدہ عطاء باغات سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ منکم میں من بعضیہ نہیں بلکہ بیانیہ ہے اور ہمارا ترجمہ صحیح ہے۔ کہ اللہ تعالی نے جملہ صحابہ کیساتھ بہتی نہروں والے باغات ہر قسم کے بچاؤ اور بہت بڑے بدلے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ سب کے سب ایمان بھی لائے اور صالح اعمال بھی کئے تھے۔

مثالی ایمان:۔ سورۂ بقرہ میں صحابہ کرام کو مخاطب کرکے ارشاد ہوا ہے کہ یہود و نصاری اور مشرکین وغیرہ اسی وقت ہدایت پا سکتے ہیں۔ کہ جب اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے۔ فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا ۲/۱۳ اگر یہ لوگ (ضابطہ ربانی) پر اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم لائے ہو تو ہدایت پا جائیں۔ دیکھئے!

اس آیت مجیدہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی میزان میں صحابہ کرام کا ایمان مثالی ایمان تھا۔ اور وہ سب حقے سچے مثالی مومن تھے۔

صحابہ کرام قیامت تک کی نوع انسانی کیلئے نمونہ ہیں :۔ سورۂ بقرہ ہی میں صحابہ رسول کو مخاطب کرکے ارشاد ہوا ہے:۔ وکذلک جعلنکم امۃ وسطا" لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا ۲/۱۴۳ اور (اے صحابہؓ !) اسی طرح ہم نے تمہیں نوع انسان کیلئے نمونہ قرار دیا ہے اور اپنے رسول کو تمہارے لئے نمونہ ٹھہرایا ہے۔

صحابہ کرام پر اللہ اور ملائکہ کی صلوٰۃ:۔ سورۂ احزاب میں جس طرح نبی اکرمؐ پر اللہ اور ملائکہ کی صلوٰۃ کا اعلان کیا گیا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۳۳/۵۶ اسی طرح ۳۳/۴۳ میں صحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کی صلوٰۃ کی خبر دی گئی ہے:۔ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ○ ۳۳/۴۳

اللہ ہی وہ ذات ہے کہ وہ خود بھی اور اس کی کائنات بھی تمہاری مدد کرتے ہیں تاکہ تمہیں ہر قسم کی گمراہی اور ناکامی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت نامہ اور کامیابیوں اور سرفرازیوں کی روشنی میں لے آئے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ مومنوں پر رحمت کرنے والا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ :۔ جملہ صحابہؓ مثالی ایمان والے حقے سچے مثالی مومن تھے ۲/۱۳۷ + ۸/۷۴-۷۵ نبی اکرم کی مدد کیلئے صحابہ کرام کافی تھے۔ وہ نبی اکرمؐ کی نصرت ربانی کی شکل محسوس تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم کی مدد جماعت صحابہؓ ہی کے ذریعے فرمائی تھی۔ ۸/۶۲-۶۴

○ صحابہ کرام کافروں پر سخت اور آپس میں رحیم و کریم تھے آپس میں لڑنے والے نہیں تھے ۳/۱۰۳ + ۴۸/۲۹

○ نبی کریم کی وفات کے وقت جماعت صحابہ میں کوئی ایک منافق بھی موجود نہیں تھا۔ نبی اکرم نے حکم باری کے مطابق اپنی زندگی ہی میں منافقوں کا کلیتہ خاتمہ کردیا تھا ۹/۷۳ + ۶۶/۹ + ۳۳/۶۰-۶۱

○ جملہ صحابہ رسول کی کھیتی کے پروان چڑھے ہوئے پودے تھے جو کمزوری کی منزلیں طے کرکے ثمرور ہوئے۔ نبی اکرمؐ اس کھیتی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوا کرتے تھے ۴۸/۲۹

○ جملہ صحابہ رسول کو ان کی زندگی میں ہی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا الٰہی سرٹیفکیٹ مل چکا تھا۔ ۹/۱۰۰

○ پہلے پچھلے مہاجرین و انصار کے جملہ صحابہ کرام کو ان کی زندگی ہی میں جنت کی خوشخبری دیدی گئی تھی ۹/۱۰۰

فلھذا:۔ نبی اکرم کی طرف سے جملہ صحابہ کرام کی عظیم جماعت میں سے صرف دس صحابہؓ کو ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دینے کا نظریہ نہ صرف یہ کہ خلاف قرآن اور غلط ہے بلکہ نبی اکرمؐ کی طرف منسوب محض ہے چونکہ آیات بالا کے ایک ایک لفظ کا اعلان آپؐ نے خود فرمایا تھا' اس لئے ارشاد باری اور رحمتہ للعالمین کی زبان صدق ترجمان کی مبارک سند کیساتھ پہلے پچھلے صحابہؓ مہاجرینؓ و انصار سب کے سب دنیا کی زندگی ہی میں جنت کے بشارت یافتہ تھے۔

(ما علینا الا البلٰغ)

○ جن لوگوں جیسے رفیق محمد رسول اللہ ہوں اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو جاتا ہے ایسے لوگوں کے تمام انبیاء رفیق ہوں گے۔ سورۃ النساء میں ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۴/۶۹

(مفہوم) اور جو لوگ (تنہا اللہ کے اقتدار اعلیٰ کی بنیاد پر رسول اکرم کے قائم کردہ نظام کی اطاعت کے ذریعہ) اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ ساتھ ہیں ان لوگوں کے جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ وہ انبیاء ہیں۔ (انبیاء کی شان کیا ہے) جو صدیقین ملں شداء (معاشرہ کے نگران) ہیں اور صالحین (معاشرہ کی اصلاح کرنے والے) ہیں۔ اور یہ (انبیاء جن کی صفات یہ ہیں کہ وہ صدیقین' شداء اور صالحین) بہت اچھے رفیق ہیں اس آیۂ مبارکہ سے عیاں ہے کہ جو لوگ اللہ کی اطاعت بذریعہ رسول کریں گے ان کے رفیق انبیاء ہوں گے بالفاظ دیگر اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے لوگ انبیاء کے رفیق (صحابی ہوں گے)

○ اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آج بھی وہ لوگ جو اللہ کی اطاعت بذریعہ رسول کریں گے وہ صحابہ رسول ہوں گے۔

○ ۴۸/۲۹ کی روشنی میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ محمدؐ رسول اللہ کے رفقاء (صحابہ) وہ ہوتے ہیں جو سچے سچے مومن ہوتے ہیں اللہ کے قوانین کے سامنے پیکر تسلیم و رضا بنے رہتے ہیں آپس میں نرم دل اور ہمدرد و لیکن کفار کے مقابلہ میں چٹان کی طرح سخت ...... کسی بھی زمانہ میں اگر انسانوں کا کوئی گروہ محمدؐ رسول اللہ کا دیا ہوا بیج بوتا ہے (اپنے معاشرہ کی تشکیل محمد رسول اللہ کے پیش کردہ ضابطہ حیات قرآن کریم کے مطابق کرتا ہے) اس میں سے شروع میں جو نرم و نازک کونپل نکلتی ہے مضبوط ہوتی جاتی ہے اس کی نال اتنی مضبوط کہ وہ اپنے سہارے آپ محکم اور استوار ہو جاتی ہے۔ انسانوں کے اس گروہ کی بوئی ہوئی کھیتی بہترین ثمرات کی حامل ہو جاتی ہے اور معاشرہ کے افراد لا خوف علیهم ولا هم یحزنون کے مقام بلند پر فائز ہو جاتے ہیں اور یوں محمد رسول اللہ کے پیش کردہ ضابطہ حیات (قرآن) کے مطابق متشکل معاشرہ کو دیکھ کر بے اختیار حمد و ستائش کا غلغلہ بلند ہوتا ہے اور یوں احمد (قابل حمد معاشرہ متشکل کرنے کیلئے ضابطہ قرآن پیش کرنے والا) محمدؐ (تعریف کیا گیا) کہلاتا ہے --- پس احمد مجتبیٰ (قرآن کو بطور ضابطہ حیات پیش کرنے والا) اور محمدؐ مصطفیٰ (قرآنی معاشرہ کی تشکیل کرنے والا) نوع انسان کی ربوبیت کے لئے لابنفک ہے۔ بالفاظ دیگر اگر اقوام عالم چاہتی ہیں کہ ہماری مضمر صلاحیتیں اجاگر ہو جائیں یعنی ہماری ربوبیت ہو جائے تو ان کو چاہیئے کہ رسول اکرمؐ (احمد مجتبیٰ' محمد مصطفیٰ) کو بطور ماڈل اور اسوہ کے اپنے سامنے رکھیں' بہترین اور حمدہ ماڈل یہی ہیں (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۳۳/۲۱) اللہ تعالیٰ ہر اس جماعت کو جو اس کے قوانین و احکام کی صداقت پر ایمان لاکر اس کے بتائے ہوئے پروگرام پر عمل پیرا ہو جاتی ہے اس امر کا وعدہ دیتا ہے کہ ان کوششوں کا ننھا سا بیج تمام خطرات سے محفوظ رہے گا اور ان کی کھیتی پک کر بہترین ثمرات کی حامل ہو جائے گی (لیکن اس کے لئے اس قسم کی محنت اور استقامت کی ضرورت ہوگی جس قسم کی محنت اور استقامت کا ثبوت کسان دیتا ہے۔ تخم صالح۔ اللہ کے قوانین سے ہم آہنگی مسلسل محنت اور استقلال و استقامت۔ کھیتی کی برومندی کے لئے یہ تمام شرائط لابنفک ہیں۔)

○ پس ۴۸/۲۹ + ۴/۶۹ کی روشنی میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ انبیاء (محمد رسول اللہ اور دیگر انبیاء کے صحابہ) کا مقام آج بھی

حاصل کیا جاسکتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ ضابطہ حیات (قرآن) کی صداقت پر ایمان لاکر اس کے بتائے ہوئے پروگرام پر عمل پیرا ہوجائے جس طرح انبیاءؑ کے دوران حیات ان کا اتباع کرنے والے لوگ انبیاء کے صحابہ ہوتے ہیں اسی طرح انبیاء کی وفات کے بعد انبیاء کے پیش کردہ ضابطہ حیات (آخری بار وہ ضابطہ حیات قرآن کریم کے نام سے محمد رسول اللہ پر نازل ہوا) کے مطابق معاشرہ کی تشکیل کرنے والے گروہ کو انبیاء کی رفاقت نصیب ہوگی۔

○ بلاغ القرآن دعوت دیتا ہے الناس کو کہ جمع ہو جائیں انفرادی حیثیت سے جو فرائض ہمارے ذمہ ہیں ان کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں اور پھر اس محاذ پر جمع ہو جائیں اور اجتماعی طور پر قرآنی معاشرہ کی تشکیل کیلئے اٹھ کھڑے ہوں اس طرح اس مقام پر پہنچ جائیں جہاں انبیاء کی رفاقت نصیب ہوتی ہے اور اللہ کے وعدہ کے مصداق ٹھہریں۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (۴۸/۲۹)

○ اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائیں (اللہ کے رسول پر نازل کردہ ضابطہ حیات پر) اور (اس ضابطہ حیات قرآن کے مطابق) صالح عمل کریں وعدہ کیا ہے ان کی حفاظت کا اور اجر عظیم کا۔

○ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

○ اور اللہ نے وعدہ کیا ہے ان سے جو تم میں سے ایمان لائیں (اللہ کے رسول پر نازل کردہ ضابطہ حیات پر) اور (اس ضابطہ حیات کے مطابق) صالح عمل کریں کہ ان کو ضرور ہی خلافت عطا فرمائے گا جیسے کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور ان کیلئے ضرور اسی دین کا تمکن عطا فرمائے گا جو اس نے ان کیلئے پسند فرمایا اور وہ ضرور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کر دے گا (شرط یہ ہے کہ) وہ میری عبودیت و محکومیت اختیار کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے اور اس (نظام کے قیام ہونے) کے بعد جو لوگ (اس نعمت کا) انکار کریں گے وہی اللہ کی حدود توڑنے والے ہوں گے اور (تم) صلوٰۃ قائم کرو (ایسا نظام جس میں قرآن کا اتباع ہو) اور افراد معاشرہ کی نشوونما کا انتظام کرو یعنی رسول (کے پیش کردہ ضابطہ حیات۔ قرآن) کی اطاعت کرو تاکہ تم (اللہ تعالیٰ کے) حلقہ رحمت میں آجاؤ ---- تمہاری پوری پوری نشوونما ہو جائے۔